

کو سن کر دیکیل صاحب بھی سمجھتے تھے۔ وہ گولی ایسا سوال کرنا پاچتے تھے جس سماں مبارام  
مددے سکے۔ دیکھنا پا جاتے تھے کہ اس کا گز در سپلہ کہاں ہے۔ یہ دیکھ کر اب انھیں اطمینان نہ  
پوتا تھا کہ یہ کیا کرتا ہے؟ وہ یہ دیکھنا چاہتے کہ یہ کیا نہیں کرتا کون مثاق منجن منارام کی  
گز دریوں کو آسانی سے دکھاد دیتا۔ مگر دیکیل صاحب اپنی نصف صدی کی بھول ہر ہی تعلیم  
کی بناء پر کامیاب کیے ہوتے؟ آخر میں جب ان کو اپنا غصہ اتنا کے لیے کوئی ہبادند طالو  
بلو لئے میں دیکھتا ہوں کہ تم تمام دن اور هر ادھر سڑکش کی کرتے ہو۔ میں تمہارے چال علن  
کو تمہاری عقل سے زیادہ سمجھتا ہوں اور تمہارا اس طرح اور ادھر پھر ناجھے گوارا نہیں ہو سکتا۔“  
منارام نے بے خوفی سے کہا۔“ میں شام کو ایک گھنٹہ کھیلنے کے لیے جانے کے سوا دن بھر  
کہیں نہیں جانا تا۔ آپ اتاں یا برا نمائت پوچھ لیں۔ مجھے خود اس طرح گھومنا پسند نہیں ہاں کھیلنے  
کے لیے بیٹھ ماسٹر صاحب اصرار کے بلا تے ہیں تو خوب رام جانا ہی پڑتا ہے۔ اگر آپ کو میرا کھیلنے  
جاانا پسند نہیں ہے تو مکل سے نہیں جاؤں گا۔“

مشی جی نے دیکھا کہ باتیں دوسرے ہی رخ پر جا رہی ہیں، تو تیز ہجہ میں بوئے۔ مجھے اس  
بات کا اطمینان کیوں کر ہو کہ تم کھیلنے کے سوا اور کہیں نہیں گھونٹے جاتے؟ میں برابر شکایتیں  
ستا ہوں۔“

منارام نے تیز ہجہ کر کہا۔“ مگر صاحب نے آپ سے یہ شکایت کی ہے۔ زرا میں بھی  
تو سفروں۔“

دیکیل:“ کوئی ہواں سے نہیں کون مطلب نہیں، نہیں، اتنا اعتبار ہونا پا ہے کہ میں جھوٹا  
الزرام نہیں لگاتا۔“

منارام:“ اگر میرے سامنے کون آگر کہہ دے کہ میں نے اس کو کہیں گھوٹتے دیکھا  
ہے تو منہ نہ دکھاؤں۔“

دیکیل:“ کسی کو گیا غرض پڑی ہے کہ تمہارے منہ پر تمہاری شکایت اکرے اور تم سے  
بیرونی لے؟ تم اپنے دوچار ساتھیوں کو نے کراس کے گھر کا کھربیں پھوڑتے پھر وہ جو سے  
اس قسم کی شکایت ایک آدمی نے نہیں، کئی آدمیوں نے کی ہے اور کوئی وجہ نہیں کریں اپنے  
دوستوں کی ہاتوں کا اعتبار نہ کر دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسکوں میں رہا کرو۔“

منارام نے اس ہجہ کر کہا:“ مجھے دہاں رہنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے جب سے  
کہیے، چلا جاؤں۔“

دیکیل:“ تم اس کیوں ہو گئے؟ کیا دہاں رہنا اچھا نہیں لگتا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے،

کو گویا و یاں جانے سے تمہاری نافرمانی جا رہا ہے۔ آخر بات کیا ہے۔ وہاں تھیں کیا تخلیف ہوئی؟ منسماں بورڈنگ ہاؤس میں اربنے کا شائق نہ تھا لیکن جب مشی جی نے سچی بات کہہ دی اور اس کا سبب دریافت کیا تو وہ اپنی شرم مٹانے کے لیے خوش ہو کر بولا۔ اداں کیوں ہوں؟ میرے لیے جیسے گھر دیسے بورڈنگ ہاؤس، تخلیق بھی کوئی نہیں اور ہم سب بھی تو اسے برداشت کر سکتا ہوں۔ میں کل سے چلا جاؤں گا، ہاں اگر عجیب نہ ہوئی تو مجبوری سے مشی جی دیکھ سکتے ہیں کہ یہ لاکا کوئی حلیل تلاش کر رہا ہے کہ مجھے وہاں جانا بھی نہ پڑے اور کوئی الزام بھی سرپر نہ آئے۔ بولیے۔ سب لوگوں کے لیے جگہ سے تمہارے ہی لیے عجیب نہ ہوگی؟ منسماں：“کتنے ہی لوگوں کو عجیب نہیں ملی۔ اور وہ باہر کرایہ کے مقامات میں پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی بورڈنگ ہاؤس سے ایک لڑکے کا نام خارج ہو گیا سھا تو اس جگہ کے لئے چاں درخواستیں آئیں تھیں۔”

ویکیل صاحب نے زیادہ بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ منسماں کو کل تیار رہنے والے حکم دیکھ رکھنے کی تیار کرائی اور سیر کرنے پلے گئے۔ ادھر کچھ دنوں سے وہ شاہم کو غمودا میں سیر کیے چلے جایا کرتے تھے۔ کسی تجربہ کا شخص نے تلاش تھا کہ زندگی بڑھانا نے کا اس بڑھ کر کوئی فسروں نہیں ہے۔ ان کے جانے کے بعد منسماں اسکر رکمنی سے بولا۔ ”بواجی، بابو جی نے مجھے کل سے اسکوں ہی میں رہنے کو کہا ہے۔“

رکمنی نے منصب ہو کر پوچھا۔ ”کیوں؟“

منسماں؟ میں کیا جانوں، کہنے لگے کہ تم یہاں اور دوں کی طرح ادھر ادھر گھوما کر تھے۔ ”رکمنی؟ پھر تو تھے کہا کر میں کہیں نہیں جاتا؟“

منسماں؟ کہا کیوں نہیں مگر جب وہ مانیں بھی۔“

رکمنی؟ تمہاری اماں جی کی کر پا ہو گی اور سیا۔“

منسماں؟ نہیں بواجی، مجھے ان پر شک نہیں ہے۔ وہ یہاں تو کبھی سھول کر بھی کچھ نہیں کہتیں۔ کوئی چیز مانگنے جاتا ہوں تو فوراً اٹھ کر دیں ہیں۔“

رکمنی جھلانی ہوئی نرمل کے پاس جا پہنچی۔ اسے آڑے پانچوں لینے کا کاموں میں گھٹنے کا، طعنوں سے چیدنے کا، رولانے کا، وہ کوئی اچھا موقع ہاستھ سے نہ جائز دیتی تھی۔ نرمل اُنی خرست کر لی تھی، ان سے دبتی تھی، ان کی بالتوں کا جواب نہ دیتی تھی، وہ چاہتی تھی کہ یہ مجھے نصیحت کی باتیں کہے۔ جہاں میں بھولوں وہاں سر ہمارے، سب کاموں کی دیکھو بھال رکھے۔ مگر رکمنی اس سے کھپکی ہی رہتی تھی۔

نرالا پنگ سے اٹھ کر بولی: "آجے، جی جی! میلے۔" رکنی نے کھڑے کھڑے کہا: "میں پڑھتی ہوں کیا تم سب کو گھر سے نکال کر اکمل ہی رہنا چاہتی ہو؟"

نرالا نے سہی واڑ میں کہا: "جی ہوا، جی جی، میں نے تو کسی سے کچھ نہیں کہا۔" رکنی امنصارام کو گھر سے نکالے دیتی ہوا اور کہتی ہو کہ میں نے تو کسی سے کچھ نہیں کہا۔ کیا تم سے اتنا بھی نہیں دیکھا جاتا؟"

نرالا: "جی جی میں تھا رے پیروں پڑ کر کہتی ہوں کہ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ میری بھیں پچھوڑ جائیں، اگر میں نے اس کے بارے میں زبانی کی کھو لیا ہو؟"

رکنی: "میوں بے فائدہ نہیں کھاتی ہو؟ اب تک طوہارام کھلی لڑکے سے نہیں بولتے تھے۔ ایک ہفتہ کے لیے من ارام نامہ میں چلا گیا تھا تو اتنا گھر اپنے کھو دجا کر ہراہ لائے۔ اب اس نہ لانا کو گھر سے نکال کر اسکوں میں رکھے دیتے ہیں۔ اگر لڑکے کا بال بھی باہکا ہوا تو تمہارا بھی ہو۔ وہ کبھی بھی باہر نہیں رہتا۔ اتنے نکھانے کی سدودتی ہے بنہ بینے کی، جہاں بیٹھا وہیں سو جاتا ہے۔ کچھ کہو تو انہوں نے مگر مزاح لڑکوں کا سا ہے۔ اسکوں میں اس کی صرف ہو جائے گی۔ وہاں کے لئے تھا کہ اس نے کھایا ہے، کہاں پڑرے اتنا ہے، کہاں سور ہے۔ بھبھکر بھیں کوں پڑھنے والا ہے، تو باہر کو خلپوچھے چکا؟ میں نے تمہیں جتنا دیا، آگئے تم جائز اور تمہارا کام حاصل ہے۔"

یہ کہہ کر رکنی وہاں سے ملا جائی۔

وکیل صاحب سیر کر کے لوٹے تو نرالا نے فوراً یہ گفتگو چھڑ دی۔ نسارام سے وہ آج تک تھوڑی دیراً نگریزی پڑھتی تھی، اس کے ملے جانے پر بھر اس کے پڑھنے کا ہر جا نہ ہو چکا؟ دوسرا کوئی پڑھاتے تھا؟ وکیل صاحب کو اب تک یہ بات معلوم نہ تھی۔ نرالا نے سوچا تھا جب کچھ انگریزی کی مہارت ہو جائے گی۔ تو ایک روز انگریزی میں ہائیکر کے وکیل صاحب کو متوجہ کر دیا۔ کچھ تھوڑی سی واقفیت اس کو اپنے سجاویوں سے ہو گئی تھی، اب وہ باقاعدہ پڑھ رہی تھی۔ وکیل صاحب کے سینے پر سانپ لوٹ گیا تو وہ اپنے پڑھا کر لوٹے بھکر سے پڑھا رہا ہے تھیں؟ مجھ سے تم نے سچے بھی نہیں کہا؟"

نرالا نے ان کی ایسی شکل مرف ایک بار دیکھی تھی بھبھک انہوں نے سیارام کو مارتے ارتے بے دم کر دیا تھا۔ وہی شکل زیادہ خونداگ ہو کر آج اس کو پھر دکھائی دی، وہ سہی ہوئی بولی۔ "انہ کے پڑھنے میں تو اس سے تو کوئی ہر جا نہیں ہوتا۔ میں اسی وقت پڑھتی ہوں، جب فرست رہتی ہے۔ پڑھنے لئے یہوں کہ تمہارا ہر جا ہوتا ہے تو ہماں اکثر جب وہ کھلیے جانے لگتے

میں تو دس منٹ کے لیے روک لیتی ہوں میں خود چاہتی ہوں کہ اُن کا ہر جز نہ ہو۔“

بات کچھ رسمی ملگو دیکیل صاحب مضمون سے ہو گر پانگ بید گر پرے اور پیشائی پیچھے ماتھے رکھ گہرے سوچ ہیں ڈوب گئے۔ انھوں نے جتنا سمجھا تھا، بات اس سے کہیں بڑھی تھی انھیں اپنے اوپر غصہ آیا کہ میں نے سپلے ہی کیوں نہ لڑکے کو باہر رکھنے کا بندوبست کیا۔ آج کل جو یہ مہاراںی آئی خوش دکھائی دیتا ہے، اس کا بھیداب سمجھو میں آیا۔ پہلے سمجھی کردہ اس قدر آڑا سنتہ نہ رہتا تھا، بناو سنگار سمجھی نہ کرتی تھیں مگر اب دیکھتا ہوں کہ کامیابی میں ہو گئی ہے۔ دل میں آیا کہ اسی وقت میں کرنسارام کو نکال دوں مگر عقل سلیم نے سمجھا یہ کہ اس موقع پر غصہ کی ضرورت نہیں۔ کہیں اس نے جھانپ لیا تو غصب ہی ہو جائے گا ہاں دراں کے جذبات باطنی کو شولناکا پیٹھ پڑو لے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ تمہیں دو چار منٹ پڑھانے میں اس کا کوئی ہرج نہیں ہوتا۔ لیکن آوارہ لڑکا ہے، اپنا کام نہ کرنے کا سے ایک بہار نہ تو مل جاتا ہے۔ مگر اگر فیل ہو گیا تو صاف کہہ دے گا کہ میں تو دن بھر پڑھاتا رہتا تھا۔ میں تمہارے لیے کوئی میں نو کر رکھ دوں گا۔ کچھ زیادہ خرچ نہ ہو گا۔ تم نے مجھ سے سپلے کچھ کہا ہی نہیں۔ یہ بھلا منہیں کیا پڑھاتا ہو گا دو چار لفظ بتا کر سمجھا جانا ہو گا۔ اس طرح تو تمہیں کچھ سمجھی نہ آئے گا:

نر ملانے فرزاں کی تردید کی — ”نہیں، یہ بات تو نہیں اداہ مجھے دل لکھا کر پڑھاتے ہیں، اور ان کا طرز بھی کچھ ایسا ہے کہ پڑھنے میں جی لگتا ہے۔ آپ ایک دن ذرا ان کا سمجھانا دیکھیئے جس نو سمجھنی ہوں کہ میں اس طرح نہ پڑھائے گی۔“

منشی جی اپنے اسی ہوشیاری بھرے سداں پر مونکھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولے۔ ”دین میں ایک ہی بار پڑھاتا ہے یا کئی بار؟“

نر ملا اب بھی ان باتوں کا مطلب نہ سمجھی۔ بولی۔ ”پہلے نوشام ہی کو پڑھادیتے تھے اب کئی ملزوں سے ایک بار لکھنا بھی دیکھ دیتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ میں انہی کلاس میں سب سے اچھا ہوں۔ ابھی امتحان میں انھیں کو اول درجہ ملا تھا۔ پھر آپ کیسے سمجھتے ہیں کہ ان کا پڑھنے میں جی نہیں لگتا؟ میں اس لئے اور سمجھی کہتی ہوں کہ جی جی سمجھیں گل کر اسی نے یہ آگ لگانے ہے۔ مجھے مفت میں طعنے سنتے ہیں تھے۔ ابھی ذرا ابھی دیر ہوئی، دھمکا کر گئی ہیں：“

منشی جی نے دل میں کہا غوب سمجھنا ہوں، تو کل کی چھو کری ہو گر مجھے اڑانے چلی ہے۔ بہن کا سہارا لے کر اپنا مطلب پورا کرنا چاہتی ہے۔ بولے ”میں نہیں کچھ تاکہ پورا ڈنگ کا نام سن کر کیوں لوٹ دے کی تھا مرتا ہے؟ اور لڑکے خوش ہوتے ہیں کہ اب اپنے دوستوں میں ہیں گے۔ یہ اشارہ دیا ہے۔ ابھی پچھہ دل پہلے تک پورا کر پڑھاتا تھا۔ یہ اسی محنت کا تیجہ ہے کہ اپنے

درجے میں سب سے اچھا ہے لیکن ادھر کچھ دلوں سے اسے سیر پائے کاچ کا پڑھ کا ہے، اگر ابھی سے روک تھام ذکر کئی تو پھیپھی کچھ کرتے دھرتے زین پڑے گا۔ تمہارے لیے میں ایک میں رکھ دوں گا؟

درود سرے روزِ مشی جی علی البعث کیڑے بیٹن کہ راہر نکلے دلوان فانے میں کئی موکل ہیئے ہو رہے تھے۔ انہیں ایک راجہ صاحب بھی تھے جن سے مشی جی کو کئی ہزار روپے سالانہ مکتباً ملتا تھا۔ مگر مشی جی انھیں وہیں پہنچا چھوڑ کر اور دس منٹ میں واپسی کا وعدہ کرتے ہوئے گھومنگو کر اسکول کے ہیڈ ماسٹر کے پہاڑ جاتا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نہایت شریف آدمی تھے۔ انھوں نے وکیل صاحب کی بہت تعظیم و تکریم کی مگر ان کے پہاڑ ایک لڑکے کے لیے بھی خال جگہ نہ تھی۔ سمجھی کرے بھرے ہوئے تھے۔ اسکپر صاحب کی سخت تاکید تھی کہ مفصلات کے لڑکوں کو جگہ دینے کے بعد جی شہر کے لڑکوں کو دافل کیا جائے۔ اس لیے اگر کوئی جگہ خال بھی ہوئی تو بھی مسарам کو نہ مل سکے گی کیون کہ سچے ہیں کئی لڑکوں کی درخواستیں رکھی ہیں تھیں۔ مشی جی وکیل تھے۔ رات دن ایسے لوگوں سے سابقہ رہتا تھا جو طبع میں آگر مشکل کو آسان اور ناممکن کو ممکن بنانے کے ہیں۔ سمجھے کہ شاید کچھ دے دلا کر کام نکال جاوے دفتر کے کلاس سے کچھ بات حیث کرنی چاہیئے، مگر اس نے مہس کر کھا۔ مشی جی! یہ کچھ کہ نہیں، اسکول ہے؛ ہیڈ ماسٹر صاحب کے کا نوں میں اس کی بھنگ بھی پر کئی۔ تو ماہ سے باہر ہو جائیں گے۔ اور مسaram کو کھڑے کھڑے نکال دیں گے ممکن ہے کہ افسروں سے بھی شکایت کریں۔ یہی اپنے مشدحی اپنا سامنہ لے کر رہ ہے کئے دس سوچتے سمجھے جھنجھلانے ہوئے گھر لوٹے۔ مسaram اسی وقت سکول جانے کو نکلاشی جانے اسے نیز نکالہوں سے دیکھا گویا رہا ان کا دشمن ہوا اور گھر میں چلے گئے۔

اس کے بعد دوسرارہ روز بھنگ وکیل صاحب کا کیہی دستور رہا کہ کبھی صبح کبھی شام کسی ذکری اسکول کے ہیڈ ماسٹر سے لتے اور مسaram کو بورڈنگ ہاؤس میں داخلا کرانے کی کوشش کرتے۔ مگر کسی اسکول میں جگہ نہ تھی اسجھی کے پہاڑ سے صاف جواب مل گیا۔ اب عذت نہیں تھیں، یا تو مسaram کو علیحدہ کرایہ کے مکان تھیں رکھ دیا جائے یا کسی دوسرے شہر کے سکول میں داخل کر دیا جائے۔ یہ دلوں ہی ہاتھی آسان تھیں۔ مفصلات کے سکولوں میں جگہیں اکثر غالباً رہتی تھیں۔ لیکن اب مشی جی کے دل کو کچھ سکون ہٹھا گیا تھا۔ اس روز سے مسaram کو انھوں نے بھی گھر میں جاتے نہیں دیکھا۔ پہاڑ سمجھے کہ اب وہ کھلیے بھی نہ جاتا تھا اسکول چلنے کے قبل اور آنے کے بعد برابر پہنچ رکھا۔ گرفتار ہاوس

تھا، کشاد دمید اذن میں بھی بد ن سے بیسٹ فیکنا تھا لیکن وہ اپنے کمرے سے باہر قدم نہ رکھتا۔ اس کی خود دلاری آوان گردی کے لزام سے بری ہو جانے کے لیے پیغماڑ ہو رہی تھی۔ وہ اپنے عمل سے آئیں کوئی مشادی چاہتا تھا۔

ایک روز منشی جی میٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ سارا میں بھی نہیں کر سکھا نے آیا۔ منشی جی نے اس طرف اسٹیلز بھرنہ دیکھا تھا۔ آج اس پر نگاہ پڑی تو ہوش اڑ گئے۔ ہڈیز نکا ایک ڈھانچو کھڑا تھا چہرے پر اب بھی بزم پر جگ کا جلا سخن مگر بد ن سوکھ کر کاٹا ہو گیا تھا۔ پوچھا آج کل تمہاری طبیعت اچھی نہیں ہے کیا؟ اتنے گز درکیوں ہو؟“

سارا میں دھوئی اور رہ کر کہا۔ طبیعت تو بالکل اچھی ہے۔“

مشی جی اپنے چہراتے کمزور کیوں؟“

منسار امر: گز در تو نہیں ہوں، میں اس سے زیادہ موٹا کب تھا؟“

مشی جی: دواہ، آدھا بد ن بھی نہیں رہا اور کہنے ہو کہ میں گز در نہیں ہوں۔ کیوں بہیں، یہ ایسا ہی سخا ہے؟“

رکنی صحن میں کھڑی ٹکسی کو جبل چڑھا رہی تھی۔ بولی۔ ”د بلا کیوں ہو گیا۔ اب تو اچھی طرح پالیں ہو رہا ہے۔ میں تو گنو ارنی تھی، لڑکوں کو کھلانا پلاتا نہیں جانتی تھی۔ مٹھاں کھلا کھا کر ان کی عادت بچاڑھ دیتی تھی۔ اب تو ایک پڑھی لکھی گرتی کے ہاموں میں ہو شیار عورت پان کی طرح پھیر رہی تھی۔ د بلا ہوا س کا دشمن؟“

مشی جی: بہن، تم بڑا ایسا کر لی ہو۔ تم سے کس نے کہا کہ لڑکوں کو بچاڑھ رہی ہو جو کام دوسروں کے نہ ہو سکے، وہ تمہیں خود کرنا چاہتے۔ نہیں کہ گھر سے کوئی سروکار رہی نہ رکھو۔ جو ابھی خود لڑکے ہے، وہ لڑکوں کی دیکھ بھال کیا کر لے گی؟ یہ تمہارا کام ہے؟“

رکنی: جب تک اپنا سمجھتی، کرتی تھی، جب تم نے فیر سمجھ لیا۔ تو مجھے کیا پڑھی ہے کہ تمہارے گھلے سے لپٹوں؟ پوچھ کتئے دلوں سے دو دھنہیں پیا۔ جا کر کرہ بیس دیکھ آؤ، کہ ناشتے کے لیے جو مٹھاں نہیں کی تھی، وہ پڑھی سڑھی ہے۔ لیکن سمجھتی رہیں میں نے تو کھائے کوسا منہ رکھ دیا۔ کوئی نہ کھائے تو سیا منہ میں ڈال دوں بھیتا اس طرح وہ لڑکے پتیے ہوں گے، جنہوں نے کبھی لاڑ پیار کا سکھ نہیں دیکھا۔ تمہارے لڑکے برادر پان کی طرح پھیرے جاتے رہے ہیں۔ اب ہاتھوں کی طرح رہ کر سکھی نہیں رہ سکتے میں تو بات صاف کہتی ہوں، برآمان کر کوئی بیرا کیا کرے گا۔ اس پرستی ہوں گہرے کو اسکوں میں رکھنے کا بندوبست کر رہے ہو۔ بے عارے کو گھریں آنے تک کو منا ہی ہے۔ میرے پاس آتے بھی ڈرتا ہے، اور پھر میرے پاس رکھا ہی کیا

رہتا ہے جو جا کر کھلا دیں گی؟

لئے ہیں مسازام دو سچلکے کھا کر انھوں کھرا ہوا۔ مٹی جی نے پوچھا: "کیا تم کھا پکے، ابھی مٹی ہے ایک منٹ سے زیادہ نہیں ہوا۔ تم نے کھا یا کیا؟ درہی سچلکے تو لئے تھے؟" مسازام نے شرمانتے ہوئے کہا: "دال اور نرکاری بھی تو تھی۔ زیادہ کھا جاتا ہوں تو کھلا جائے گناہ ہے جنی ذمہاریں آتے لگتی ہیں؟"

مشنی جی کھا کر اسجھے تو بہت فکر مندر تھے۔ اگر اس کا یار ہے لا غر ہوتا گی تو کونی مہبلکی مرض لا جھن ہو جائے گا انھیں رکھنی یہ اس وقت بہت غصہ آرہا تھا۔ انھیں یہی عین ہے کہ ہیں گھر کی ماکدہ نہیں ہوں۔ پر نہیں سمجھتیں کہ فتحے ماکدہ بنے سکتی ہیں تھے۔ جسے روپیوں کا حساب تک کرنا نہیں آتا، ودھر کی ماکدہ کیسے ہو سکتی ہے۔ جنی تو تھیں سال بھر تک ماکدہ۔ ایک پانی کی بھی بچت نہ ہوتی تھی۔ اسی آمد نہیں روپ کھلاد دڑھانی سور دیے بجالیتی تھی۔ ان کے رہائیں درہی آمد لی خوب کو بھی پوری نظر لئی تھی کوئی بات نہیں۔ لاڈپیار سے ان لڑکوں کا ستیانا س کر دیا۔ اتفاق ہبھے ہبھے لڑکوں کو اس کی کیا ضرورت کہ جب کوئی کھلا دی تو کھا ہیں۔ انھیں تو خود اپنی فکر رکھنی چاہیے۔ مشنی جی نہایم دن اسی اور طیور بنی پڑھے رہے۔ روپار دوستوں سے بھی ذکر کیا لوگوں نے کہا، اس کے گھیل کو رہیں رکاوٹ نہ ڈالیے۔ انہی سے اسے قید نہ کیجئے۔ کھلی ہو ایں پال جان ہبھے کی اس سے کہیں کہا میرے ہے۔ جتنی بند کمرے ہیں۔ بُری سُجت سے فرور چاہیے۔ مگر یہ شہریں کہ اسے گھر سے نکلنے ہی نہ دیجیئے۔ ایام شباب میں تھہائی جیں رہنا چاہیے۔

مشنی جی کو اب اپنی تعلیمی معلوم ہوئی۔ گھر لوٹ کر مسازام کے پاس گئے۔ چہرے سکول سے آیا تھا۔ اور لیفیر کپرے اتارے ایک کتاب سامنے کھول کر سامنے گھر کی کل طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر ایک بھکارن پر جب ہوئی تھی، جو بچہ کو گور میں لے جیک مانگ رہی تھی۔ بچہ ماں کی گود میں بیٹھا ہوا ایسا خوش تھا گور بادا کسی شاہی تخت پر بیٹھا ہو۔ مسازام اس بچے کو دیکھ کر رہا تھا۔ یہ بچہ گھر سے زیادہ سکھی نہیں ہے؟ اس تمام دنیا میں ایسی کون سی چیز ہے۔ جسے وہ اس گود کے بدے ہیں پا کر خوش ہو۔ ایشور بھی ایسی کسی چیز کو نہیں جانتا۔ ایشور! ایسے بچے کو پیدا ہی گوں کرتے ہو جسے ماں کی دلگی مفارقت کا دکھ جھوگنا بدا ہو؟ آج بچہ سا بدنصیب اس دنیا میں اور کون ہے؟ کے میرے کھانے پینے کی، مر نے بینے کی سد ہے۔ اگر آج مر بھی جاؤں تو کس کے دل کو صدمہ پہنچے گا؟ بابک کو اب مجھے رلانے میں مزا آتا ہے، وہ میری صورت سے بیزار ہیں۔ مجھے گھر سے نکالی دینے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آہ۔ ماں نہ تھہارا پیارا بیٹا آج آوارہ

اور بدھلپن کہا جا رہا ہے۔ وہی باب پ جن کے ہاتھوں میں تم نے ہم نینوں بھائیوں کے ہاتھ دیئے تھے۔ آج مجھے آوارہ اور بدھلپن بتا رہا ہے۔ میں اس قابل بھی نہیں کہ اس گھر میں رہ سکوں! یہ سوچتے سوچتے منسار ام بھدر بخ سے زار دفتر از دنے لگا۔

اسی وقت طوفار ام کرے ہیں اگر گھر سے ہو سکتے۔ منسار ام نے فوراً آنسو پوچھ دیا۔ وہ سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ مشی جی نے شاید بہلی صریبہ اس کرے ہیں قدم رکھا تھا۔ منسار ام کا دل دھڑ کے لگا کر دیکھوں آتی کیا افت آتی ہے۔ مشی جی نے اسے روٹے دیکھا تو ایک لمحے کے لیے ان کی محبت پدری گرو یا چور نک پڑھی گھر کر بولے۔ کہوں! ”روتنے ہو رہیا ہے کیا کسی نے پکھ کہا ہے؟“

منسار ام نے پردی شکل سے اندھہ نے ہونے آنسو دی کو روک کر کہا۔ ”جن نہیں روتا تو نہیں ہوں؟“

مشی جی؟“ تھاری اماں نے تو کچھ سہی کہا۔

منسار ام: ”جی نہیں۔ وہ تو مجھ سے بلوٹی جی نہیں؟“

مشی جی؟“ کیا کمر رہی بیٹا۔ شاد میں تو اس لیے کی تھی کہ بچوں کو ماں مل جانے لگی۔ بلکہ وہ ایر پوری نہ ہوئی۔ تو کیا بالکل نہیں بولیں؟“

منسار ام: ”جی نہیں۔ ادھر نہیں۔ ادھر نہیں۔“

مشی جی: ”عجیب مزان کی خورستہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا چاہتی ہے؟ میں جانتا کہ اس کا ایسا مزاج ہو گا تو کبھی شاد می نہ کرتا۔ روز ایک بات لے کر انہے گھر لے ہوئے ہے اسی نے مجھ سے کہا تھا، کہ یہ دن بھرنے جانے کیا نام بڑھتا ہے، میں اس کے دل کی بات کیا جانا تھا۔ سمجھا کہ تم پردی صحبت میں پڑ کر شاید دن بھر ملحوظ مانگتے ہو۔ کون ایسا باب پے جسے اپنے پیارے میئے کو آوارہ پھرتے دیکھو کر بخ ہو؟ اس لیے میں نے تھیں بورڈنگ پاؤں میں رکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ میں اور کوئی بات نہیں تھی۔ میاں تھار اکھیاں کو دنا پید نہیں کرنا پا تھا۔ تھاری یہ حالت دیکھ کر میرے کلچے کے ملکھے ہوئے جاتے ہیں۔ سکل بچھے معلوم ہوا کہ میں مغالطے میں تھا۔ تم شوق سے کھیلو صبح دشام میدان میں نکل جایا کر دن تازہ ہوا سے تھیں فائدہ ہو گا۔ جس دھیز کی فر درت ہو مجھ سے کہو۔ ان سرکھنے کی فر درت نہیں۔ سمجھ لو کہ وہ گھر ہی میں نہیں ہے۔ تھاری ماں چھوڑ کر حلی گئی تو میں نو موجود ہوں۔

لڑکے کا سادہ مقصوم دل شفقت پردی سے مسرور ہو گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ گرو

بھتسر ایشور کھڑا ہوا ہے، مایوسی اور فم سے میغراہ ہو گر اس تے دل میں لپٹے باپ کو پیدا رہ اور نہ جانے کیا کیا سمجھو رکھا تھا۔ سوتیلی بائی سے اسے کوئی گلہ نہ تھا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ میں نے اپنے دیونا جیسے باپ کے ساتھ کتنی بے انسانی کی ہے۔ محبت کی ایک لہرسی دل میں اٹھی اور وہ باپ کے قدموں پر مر رکھ کر رونے لگا۔ ششی جی رفت سے بے تاب ہو گئے جس کی طرف کو آنکھوں سے ایک لمبے دور دیکھ کر ان کا دل بے قرار ہو جاتا تھا، جس کی شرافت عقل اور نیک شعاراتی کے اپنے پرائے سمجھی تعریف کرتے سمجھے اس کی جانب سے ان کا اتنا اختدال کبھی ہو گا ہے وہ اپنے ہی عزیز لڑکے کو اپنا دشمن سمجھنے لگے اس کو جلاوطن کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ فرملا باپ اور بیٹے کے درمیان میں دیوار کی طرح حائل تھی۔ نرملاؤ اپنی طرف چھینجنے کے لیے پچھے ٹھنا پڑتا تھا اور باپ بیٹے میں تفرقہ پڑتا جاتا تھا۔ انجام کا ر آج یہ حالت ہو گئی ہے کہ اپنے عزیز بیٹے سے انھیں اتنا فریب کرنا پڑ رہا ہے۔ آج بہت ہو چکے کے بعد انھیں ایک ایسی ترکیب سمجھی ہے جس سے انھیں امید ہو رہی ہے کہ وہ نرملاؤ کے بیٹے نے نکال کر اپنے دوسرے ہاز و کو اپنی طرف کر لیں گے۔ انھوں نے وہ ترکیب کرنا بھی شروع گر دیا ہے۔ مگر اس سے مقصد بہاری ہو گی یا نہیں؟ اسے کون جانتا ہے۔

جس روز سے طوطaram نے نرملاؤ کی بہت منت سما جت کرنے پر کمی منصارام کو بورڈنگ میں کھیجے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اسی روز سے اس نے منصارام سے پڑھنا لگ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس سے بولتی بھی نہ تھی۔ اسے لپٹے شوہر کی اس بدگمانی کا کچھ کچھ پتہ چل گیا تھا۔ آف! اتنا شکی مزاج۔ ایشور جی اسی گھر میں لاحر رکھے۔ ان کے دل میں اپنے ایسے بُرے خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ اتنی کمی گزری سمجھ سہرمن۔ یہ باتیں سوچ کر وہ کئی دن روئی رہی۔ پھر اس نے سوچنا مژر دی کیا کہ انھیں کیوں ایسا شک ہو رہا ہے۔ مجھے میں ایسی کونسی بات ہے جو ان کی آنکھوں میں کھلتی ہے؟ بہت سوچنے پر بھی اسے اپنے میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی۔ تو کیا اس کا منصارام سے پڑھنا۔ اس کا بنتا ہوئا ہی اپنے شک کا سبب ہے؟ تو پھر میں پڑھنا چھوڑ دیں گی۔ بھول کر منصارام سے نہ ہوں گی۔ اسکی صورت بھی نہ دیکھوں گی۔

مگر یہ ریاضت انسے ناقابل ممل معلوم ہوتی تھی۔ منصارام سے مٹنے بولنے میں اسکا عینہ پسند تھیں بہار دختر بھی ہوتا تھا۔ اور مطہن بھی؟ اس سے ناٹیں کرتے ہوئے اسے ایک قسم کا سکھ کا احساس ہوتا تھا۔ جیسے وہ الفاظ میں ظاہر نہ کر سکتی تھی۔ نفس پرستی کا اس کے دل میں شامبہ بھی نہ تھا۔ وہ خواب میں بھی منصارام سے ناجائز محبت کرنے کی

بات نہ سوچ سکتی تھی۔ ہر شخص کو اپنے ہم جو بیوں کے ساتھ ہنسنے بولنے کی جو ایک تدریت خواہیں ہے اس کے پورا کرنے کا یہ ایک نامعلوم ذریعہ تھا۔ اب وہ نامعلوم خواہیں نہ ملائے کے دلیل ہیں چراٹ کی طرف جلتے تھیں۔ رد کر اس کا دل کسی نامعلوم درد سے بے چین ہو جاتا۔ کسی نامعلوم مشتملہ چیز کی تلاش میں اور ہر چیز کی رہنمائی دہانیں ہیں رہ جاتی۔ سماں کا میں دل نہ لگتا تھا۔ ہاں جب ٹاشی ہی آتے تو وہ اپنی صفات کو مایوسی میں جذب کر کے ان سکنے کے ادھر اور ہر کی باتیں کرنے لگتیں۔

کل جب مشی جی کھانا کھا کر چہرے ٹالے گئے تو کہنی نے نر ملائکو خوب طعنے دینے بخاتی تھی کہ یہاں بیوں کو پالنا پڑے گا۔ تو کبھیوں نہ رہا لوں سے نہیں کہہ دیا کہ وہاں پیرا بیاہ نہ کرو وہاں جاتی جہاں مرد کے سوا اور کوئی نہ ہوتا۔ یہ بنا و سندھ کار دیکھو کر خوش ہوتا۔ اپنے بھائی کو سراہتا۔ یہاں یہ بوڑھا آدمی کی سنبھارے رنگ روپ اور تکریل پر ریجھے ہیں؟ اس نے اپنے بیوں کی سیوا اگر نے کے لیے تم سے بیاہ کیا ہے۔ مزہ اتنا ہے کہ لیے؟ وہ چہری دیر تک زخم پر منکر چھڑ کتیا رہی۔ مگر نر ملائے زہاں نہیں نہ ملانا۔ وہ صفائی میش تو کرنا چاہتی تھی۔ مگر نہ کر سکتی تھی۔ اگر وہ کہتے کہ میں وہی کر رہی ہوں جو میرے شوہر کی مرضی ہے تو لفڑ کار ازا انشا ہوتا ہے، اگر اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس کی اصلاح کرتی ہے تو اندیشہ ہے کہ اس کا نہ جان کیا انعام ہے۔ وہ تو بھرمی ساف کوئی نہ کہتے۔ اسے تاملی یا خوف نہ ہوتا تھا۔ مگر اس نازک موقعہ پر اس کو خاموشی رہ جانا پڑتا۔ اس کے سوا اور کوئی چیز کار نہ تھا وہ دل بھتی تھی کہ منار ام بہت بے تعلقی اور منقوص رہنگا۔ پیر بھی دل بھتی تھی کہ وہ درد زبرد و زنجیف ہونا چاہتا ہے۔ لیکن قبول دفعی ہر دیر بھر کی مولیٰ تھی۔ چور کے ہر بھی چوری ہو جانے سے اس کی جو حالت ہو جاتی ہے، وہی حالت اس دفعہ نر ملائی ہو رہی ہی تھی۔

(۱۰)

جب کوئی بات بخاری امید کے خلاف ہوتی ہے جیسی افسوس ہوتا ہے۔ منار ام کو نر ملائے کے بھی اس بات کی امید نہ تھی کہ وہ اس کی شکایت کرے گی۔ اس لیے اس کو بڑی بے چینی ہو رہی تھی۔ یہ کبھی میری شکایت کرتی ہے، کہ چاہتی ہیں۔ یہی ناکہ میرے شوہر کی کافی کھاتا ہے۔ اس کے پڑھانے لکھا نے میں۔ دلے خرچ ہوتے ہیں کپڑے پہنچتا ہے۔ وہ بھی چاہتی ہوں گی کہ یہ گھر میں نہ رہے۔ نیرے نہ رہنے سے ان کے روپے بن کر جائیں گے وہ بھتی بہت خوش رہتی ہیں۔ میں نے کبھی ان کے منہ سے سخت الفاظ نہیں سنئے۔ کیا یہ سب بنا دیتے ہو سکتا ہے۔ چڑیا کو بالی میں پہنانے سے پہلے شکاری دائی بکھیرتا ہے۔ آہ میں نہ

جانستا تھا کہ دانے کے نیچے جال ہے یہ مہر مادر می صرف میری بلاد طنی کی تجوید ہے۔  
اچھا، میرا سپاہ رہنا انھیں کیوں برالگتا ہے؟ جوان کا شوہر ہے کیا وہ میرا بابا پھیں؟  
باپ بیٹے کا رہشت عورت مرد کے رشتے کو کم مضبوط ہے۔ اگر مجھے ان کے مقام مل  
پونے سے حصہ نہیں ہوتا وہ جو چاہیں کریں، میں مُنے نہیں کھول سکتا۔ تو وہ مجھے محبت پڑی  
ہے کیوں محدود مگر نہ چاہتی ہیں؟ وہ اپنا سلطنت میں کیوں انگل بھر زمین بھی نہیں دینا چاہتیں؟  
آپ پختہ محل میں رہ کر کیوں مجھے درخت کے سایہ میں بیٹھے نہیں دیکھ سکتیں؟

ہاں وہ سمجھنی ہوئی گی کہ یہ زیارت کر میرے شوہر کے سر ماہر کا مانک ہو جاتے گا۔ پس اس کو  
ابھی سے لکھاں باہر کرنا اچھا ہے۔ ان کو کیسے لفڑی دلاؤں کر میری جانب سے ایسا شہزاد کر دے  
انھیں کیوں کہ بتاؤں کہ مسار امیز ہر کافر جان دے دے گا۔ اس سے قبل کہ وہ ان کا  
نقصان کرے۔ اسے خواہ کتنی ہی شکلیں برداشت کر لی پڑیں۔ وہ ان کے دل کا کائنٹا نہ  
بنے گا۔ یوں تو والد صاحب نے مجھے پیدا کیا ہے اور اب بھی مجھ پر ان کی شفقت کم نہیں ہے۔  
لیکن کیا ہیں آتنا بھی نہیں جانتا کہ جس دن والد صاحب نے ان سے شاذی کی۔ اسی دن  
انھوں نے ہم کو دل سے باہر لکھا دیا۔ اب ہم تھیوں کی طرف بہاں پڑے رہ سکتے ہیں۔ اس  
مکان میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے۔ شاید پور و حنہ کے سنکاروں کی بدولت بہاں دیکھ  
تھیوں سے ہماری حالت فوجہ ستر ہے۔ مگر ہم تھیم ہی ہیں! ہم اسی دن تھیم ہوئے جس دن  
اماں جی پر لوک سدھا رہا ہے۔ جو پچھ کسر رہن تھی، وہ اس شادی نے پوری کر دی۔  
میں تو خود پہلے ان سے کوئی خاص تعلق نہ کھتنا تھا اگر ان ہی دنوں باپ سے میری شکلیت  
کی ہوتی تو مجھے اس تدر ملال نہ ہوتا۔ میں تو اس سرمه کے لیے تیار پڑھا تھا۔ دنیا میں کیا  
کہیں میرا لئھ کانا نہیں ہے ہے کیا میں مزدور سی بھی نہیں کر سکتا؟ لیکن انھوں نے چوت  
پڑے وقت یہ کی۔ درندے بھی آدنی کو غافل پا کر رہی چوت کرتے ہیں۔ اس لیے میری آؤ  
جگت ہوتی تھی۔ کھانا کھانے کے لیے اٹھنے میں ذرا بھی دیر ہو جاتی تھی تو بلا وے آتے  
تھے۔ ناشتے کے لیے علی الصبا ر نازہ حلوا پکایا جانا تھا۔ ہر ابر پوچھا جانتا تھا کہ روپوں  
کی نظر ن تو نہیں ہے؟ اس لیے یہ ایک سوسائٹر و پے کی گھر می منتکوالی گئی تھی!

مگر کیا انھیں کوئی دوسری شکلیت نہ سوچی کہ مجھے آوارہ کہا ہے؟ تو خداوند نے  
میری کیا آوارگا دیکھی؟ وہ کہہ سکتی تھیں کہ اس کا تب پڑھنے لکھنے میں نہیں لگتا ایک نایک  
چیز کے لیے روزانہ روپے مانگتا رہتا ہے۔ سیکی ایک بات انھیں کیوں سوچی؟ شاید اس لیے  
کہ سب سے سخت حملہ ہے جو وہ مجھ پر کر سکتی ہیں۔ اول بار انھوں نے مجھ پر اگ بھر تیر

سر کر دیا۔ جس سے کہیں پناہ نہیں۔ اس لیے نہ کہ بیو پکی نظر وہ میں گرفتار ہے۔ مجھے بورڈنگ  
ہاؤس میں رکھنے والا تو ایک حیلہ تھا۔ مطلب یہی تھا کہ اس کو درود کی تکمیل کی طرح تکالی دیا  
جائے۔ دو چار ماہ بعد خرپ بھی دینا بند کر دیا جائے۔ پھر خواہ مرے یا بچئے۔ اگر ہیں  
جانتا کہ یہ نر غیب ان کی جانب سے ہوں گے تو کہیں جگہ نہ رہنے پر بھی جگہ نکال لینا۔ لیکن وہ  
کی کو خرپوں میں توجہ مل جاتی۔ برآمدے یہی بڑے دہنے کے لیے بہت جگہ مل جانے اخیر اب  
بھی سویرا ہے۔ جب محبت ہی نہیں وہی تو صرف پیٹ بھرنے کے لیے یہاں پڑا بھیاں  
ہے۔ یہ اب میرا گھر نہیں ہے۔ اسی گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ یہیں کھیلا ہوں، مگر یہ اب میرا نہیں۔  
والد صاحب بھی اب میرے والد نہیں ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں، مگر وہ میرے باپ نہیں ہیں۔  
دنیا کے سارے رشتے محبت کے رشتے ہیں۔ جہاں محبت نہیں، وہاں کچھ نہیں، بلے کہاں  
تم کہاں ہو؟

یہ سوچ کر منار ام رو نے لگا۔ جوں جوں مہر مادری کی یاد نازد ہوتی تھی اسکے  
آنسوائیں آتے تھے۔ وہ کئی باراں ماں، پکارا تھا۔ گویا وہ کھڑی سن رہی ہے۔ ماں کے  
ذہونے کے قلم کا آرجن اسکو پہلی بار تجھ بہر ہوا۔ وہ خود دار تھا، ہم تھا، مگر اب تک نازد  
نفعت سے پروار ش پانے کے سبب وہ اس وقت اپنے کوبے بیار دمدگار سمجھ رہا تھا۔  
رات کے دس بجے گئے تھے۔ مشی جی آج کہیں، دعوت کھانے گئے ہوئے تھے وہ بار  
مہری منار ام کو کھانے کے لیے بلا نہ آ جکی تھی۔ منار ام نے اختر بار اس سے جنب جھلا کر کہا۔  
تھا، مجھے بھوک نہیں ہے، یہی کچھ کھاؤں گا۔ بار بار میرہ اکسر سوار ہو جاتی ہے۔ اس لیے  
جب نر ملانے اسے استی کام پر بھیجا جا ہا، تودہ نہ گئی۔ بولی: بہر جی۔ وہ میرے بلا نے سے  
نہیں آیا ہے۔

نر ملا: آئیں گے گیوں نہیں، جا کر کہہ دے کھانا تھنڈا ہوا جانا ہے، دو ہی لفے  
کھالیں۔

مہر جی: میا یہ سب کہہ کر ہار گئی نہیں آتے۔

نر ملا: تو نے کھا تھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہیں؟

مہری: نہیں جی۔ یہ تو میں نے نہیں کھا تھا۔ جھوٹ کیوں لولوں؟

نر ملا: آجھا تو جا کر جی کہہ دینا کہ وہ بیٹھی نہیں رہی راہ دیکھ رہی ہیں جنم نکھاڑے  
تو وہ رسو لی اٹھا کر سو رہیں گی میری بھنگی اب کی اور حلی جا (نہیں کر) نہ آئیں تو گرد  
بیں اٹھا لانا۔

بھنگی ناک من سکریتی گئی۔ مگر ایک ہی لمحہ میں آگر لوٹی۔ اور یہ بھوچی، وہ تو  
رو رہے ہیں۔ کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟“  
نہ ملاں طعن چونکہ کراچی اور دو تین قدم آجھے جلی گویا کسی مان نے اپنے پیٹے کے  
کنوں میں گزرا پڑنے کی خبر پائی ہو۔ پھر وہ ٹھنک گئی، اور بھنگی سے بولی۔“ وہ رو رہے ہیں جنم نے  
پڑھا نہیں کیونکہ وہ رہے ہیں؟“

بھنگی：“ نہیں بھوچی! یہ تو ہیں نے نہیں پوچھا۔ جھوٹ کیوں بولوں؟“  
وہ رو رہے ہیں۔ اسی پر سکون شب میں تھا۔ سیخھے ہوئے وہ رو رہے ہیں۔ مان کی بیاد آتی  
ہوگی۔ کیسے جا کر انھیں سمجھاؤں؟ بہاں تو جھینکے ہوئے ناک کھلتی ہے۔ الشور تم گواہ ہو گزیں نے  
کبھی انھیں بھول کر بھی کچھ کہا ہے تو میرے آنگے آئے ہیں کیا کروں۔ وہ دل میں سمجھتے ہوئے گئے کہ اسی  
نے باپ سے میری شکایت کی ہو گئی۔ کیسے قین دلاؤں کہیں نے تمہارے خلاف کبھی ایک لفظ  
بھی منہ سے نہیں نکالا۔ اگریں ایسے دیوتا کی سی عادت والے لڑکے کا برا اپنیوں تو بھھے سے ٹڑک کر  
چڑیل سنواریں نہ ہوگی۔

نر لاد سمجھتی تھی کہ مسرا مم کی صحت مدد بردار گرتی جاتی ہے۔ وہ روز بروز کمزور ہوتا جاتا  
ہے۔ اس کے چہرے کی رونق دن بدن مدھم ٹرپی جاتی ہے۔ اس کا خوشناہدن خشک ہوتا جاتا ہے۔  
اس کا سبب بھی اس سے پوشیدہ نہ تھا۔ مگر وہ اس بارے میں اپنے شوہر سے کچھ کہہ نہ سکتی تھی۔  
یہ سب دیکھ دیکھ کر اس کا دل تڑپا کر تاہما۔ مگر اس کی زبان نہ کھلتی تھی وہ کبھی کبھی دل میں  
جن جعلاتی کہ مسرا مم کیوں ذرا سی بات پر انسار بھ کرتا ہے۔ کیا ان کے آوارہ کہنے سے وہ آوارہ  
ہو گیا۔ میری بات اور ہے۔ ایک ذرا ساشک مجھے تباہ کر سکتا ہے۔ مگر اسے ایسی باتوں کی آخری  
کیا پرداہ ہے؟

اس کے دل میں زبردست تحریک ہرنگ کہ جا کر انھیں چپ کراؤں اور لا کر گھانا۔۔۔  
کھلا دوں بیچارے رات بھر بھوکے پڑے رہیں گے۔ ہائے جس ہی تو اس فساد کی جرم ہوں میرے  
آنے سے سہلے اس گھر ہی اس وہاں تھا۔ باپ بھوکی پر جان دیتا تھا بچے باپ کو پیار کرتے  
تھے۔ میرے اُتے ہی سارے تھگبڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا تیجھے کہا جوگا؟ سمجھو ان ہی جانی  
مجھوں ان تھے موت بھی نہیں دینے۔ بیچارہ اکیلا بھوکا پر پڑا ہے۔ اس وقت بھی من جھوٹا کر کے  
اٹھ گیا تھا۔ اور پھر اس کا سمجھانا ہی کیا ہے۔ جتنا وہ کھاتا ہے، اتنا تو سال دو سال کے بچے  
کھا جاتے ہیں۔

نر لاد میں مشوہر کی مرضی کے خلاف چلی جو رشتہ ہیں اس کا بیٹا ہونا تھا اسی کو منانے

جلتے اس کا دل کانپ رہا تھا۔ اس نے سہلے وکنی کے کمرے کی طرف دیکھا وہ کھانا کھا کر بے خبر سو رہی تھی۔ پھر یا ہر کے کمرے کی طرف گئی۔ وہاں بھی ستان تھا۔ مشی جی! ابھی نہ آئے تھے۔ یہ سب دیکھو جال کر وہ مسارا م کے کمرے کے سامنے چاہی۔ کرو کھلا امہوا تھا۔ مسارا م ایک کتاب سامنے رکھے ہیں پر صفحہ کا تھے جس کا نام چاہی۔ گوریار بخ و تلفکر کا زندہ مجسمہ ہے۔ نرملانے پکلنے چاہا۔ مگر اس کے منہ سے آواز نکلی۔

دفتار ام نے سراہما کر دروازہ کی طرف دیکھا۔ نرملاؤ کو دیکھ کر وہ اندھہ میں پہنچا۔ چونک کر لے لوا؟ کون؟“  
نرملانے کا پتی ہوئی آواز میں کہا：“میں ہوں کھانا کھائے گیوں نہیں چل رہے ہو گئے  
رات گئی؟“

مسارا م نے منہ پھر کر کھا۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔

نرملاؤ: یہ تو میں بارھنگی سے سن چکی ہوں۔“

مسارا م: تو تو پھر یا رسیرے منہ سے سنا مجھے۔“

نرملاؤ: شام کو کھی تو کچھ نہیں کھایا تھا۔ بھوک تیروں نہیں لگی؟“

مسارا م نے ٹھنڈی کی ہنسی سر کھا۔ بہت لگے کی تو اے گا کہاں سے؟ یہ کہہ کر مسارا م نے کمرے کا دروازہ بند کر رہا چاہا۔ لیکن نرملاؤ کو اڑ کر کمرے میں داخل ہو گئی۔ اور مسارا م کا ہاتھ پھر بار بار یہہ نہم غاہزی کے لمحے ہما بولی۔ میرے کہنے سے چل پر تھوڑا سا کھا لو۔ تم نکھاڑے تو میں بھی جا کر سور ہوں گی۔ دو ہی لمحے کھانا کیا مجھے رات پھر بھوکوں مارنا چاہتے ہو؟“

مسارا م سوچ ہیں پڑ گیا۔ ابھی تک اس نے بھی کھانا نہیں کھایا ہے۔ میرے ہی انتظار تھا۔ بیٹھی رہی۔ یہ محبت اور انگساری کی دیوی ہے۔ یا حسد اور تھوست کی دھوکا دینے والی عورت۔ اسے اپنی ماں کی یاد آتی جب وہ روٹھ کر جاتا تھا تو وہ بھی اسی طریقے میں آیا کرتی تھیں۔ اور جب تک وہ نہ جاتا تھا وہ اسے اٹھنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ وہ اس لئے کوہا منظور نہ کر سکا۔ نرملاؤ: میرے لیے آپ کو اتنی تکلیف ہوئی۔ اس کا نبیع افسوس ہے۔ اگر میں جانتا کہ آپ میرے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہیں، تو کبھی کا کھا آیا جو نہ۔“

نرملانے حقارت کے انداز سے کہا۔ یہ تم کیسے سمجھ سکتے تھے کہ تم بھوکے رہو گے۔ اور م کھا کر سور ہوں گی؟ کیا سوتیلی ماں کا ناطہ ہونے ہی سے میں لاتی خوغرض۔“

دفتار ام باہر کے کمرے میں مشی جی کے کھانے کی آواز آئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ وہ مسارا م کے کمرے کی طرف آرہے ہیں۔ نرملانے چہرے کا رنگ فتح ہو گیا۔ وہ فوراً اگرے سے نکل گئی، اور

اندر جانے کا مو قمہ نہ پا کر سخت لہجہ میں بول: "میں لونڈی نہیں ہوں کہ آئنی رات تک کسی کے لئے رسونی نماز کے دروازے پر بھی رہوں جسے نہ کھانا ہو۔ وہ سپلے ہی کہہ دیا کرے؟" منشی جی نے مرتد کو دیکھا۔ اندر ہیرے میں یہ کیا کرنے کیا اگئی۔ بولے۔ تپڑا سماں کیا کہ۔ زندگی ہے۔ نہ ملانے گرخت آوازیں کہاں گیا کہ رہی ہوں۔ اپنے فضیبوں کو درہ بھی بھولے۔ بس ساری ہر ایسوں کے جڑیں ہی ہوں۔ کوئی ادھر روٹھا بیٹھا ہے کوئی ادھر منہ پھیلاتے ہیں۔ کس کس کو سناوں اور کہاں تک سناوں؟" منشی جی منبع ہو کر بولے: "بات کیا ہے؟"

نہ ملا۔ کھانا کھانے نہیں جاتے اور کیا بات ہے۔ دس مرتبہ مہری کو بھیجا آخراپ دوڑی آئی۔ انھیں تو اتنا کہہ دینا آسان ہے کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔ یہاں تو کل گھر کی لونڈی ہوں۔ ساری دنیا کا لکھنگاٹ کو تیار ہے۔ کسی کو بھوک نہ ہو مگر کہنے والوں کو یہ کہنے سے کوئی روکے گا کہ یہ چڑیں کسی کو کھانا نہیں دتی۔ منشی جی سے مسарам سے کہا۔ "کھاتا کبھی نہیں کھا لیتے بات ہو کیا وقت ہے؟"

مسaram سکتے ہیں کھڑا تھا۔ اس کے سامنے ایک کھیل ہو رہا تھا جس کا بھید وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکتا تھا۔ جن کی آنکھوں میں ایک لمحہ قبل عاجزی کے آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ان میں یہاں ایک حسد کی آگ کیا تے پیدا ہو گئی؟

جن ہوتھوں سے ایک لمحہ قبل امرت کی درشا ہو رہی تھی۔ ان سے زہر کے قطرے کیوں لکھنے لگے۔ اسی سکتے کی حالت میں بولا: "مجھے بھوک نہیں ہے۔ منشی جی نے جھپڑ کہا: کیوں بھوک نہیں ہے؟ بھوک نہیں تھی تو شام ہی کو کبھی نہ کھلادیا ہے۔ مہاری بھوک کے انتظار میں کون تمام رات بیٹھا رہے؟ تم میں سپلے نزدیک عادت نہ تھی۔ روٹھنا کب سے کہہ لیا؟ جا کر کھالو؟"

مسaram نہیں مجھے زرا بھی بھوک نہیں ہے۔"

ٹلوٹارام نے دانت میں کر کہا۔ "اپنی بات ہے جب بھوک لگتے تب کھانا۔" یہ کہتے ہوئے وہ اندر چلے گئے۔ نہ ملا بھی ان کے پچھے مل گئی۔ منشی جی تو لینے چلے گئے اس نے جا کر رسونی اٹھا دی، اور کلی کمر سے پان کھا کر مسکرات ہوئی۔ اپنی منشی جی نے پوچھا۔ "کھانا کھایا نہ؟" نہ ملا۔ کیا کرتی؟ کس کے لیے ان جمل جھوڑ دوں گی؟"

منشی جی: "اسے نہ جانے کیا ہو گیا ہے، کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ دن بدن گھٹتا ملا جاتا ہے۔ دن بھر اسی کمرے میں پڑا رہتا ہے۔"

مزتاً کچھ نہ ہو لی۔ وہ تفکر کے بھرنا پیدا کنار میں غولے کھارہی تھی، منسار ام نے میرے تغیر کو دیکھ کر دلی میں کیا سمجھا ہو گھا؟ کیا اس کے دلی میں یہ سوال نہ پیدا ہو ابھو گا کہ باب کو دیکھتے ہیں اس کی تجھریاں کیوں بدلتیں؟ اس کا سبب سمجھی کہا اس کی سمجھو میں اگلی اپنے گھا بھی اڑہ کھانے آہتا تھا، تب تک یہ حضرات نے جانے کیاں سے بچٹ پڑے اس پھر کو اسے کیوں کر سمجھاؤں۔ سمجھانا ناممکن بھی ہے۔ میں نے سمجھو انہیں کس مصیبت میں بھنسن گئی؟

سویرے دھاٹھ کر گھر کے کام دھندے ہیں تگی۔ دفتار نوجیجے بھنگل نے آگر کہا: ”منا بالو تو اپنے کاگد پتھر کیہ پرلا در ہے ہیں۔“

نرالا نے متھر پر لگر کہا: ”یکچور پرلا در ہے ہیں؟ کیا جانتے ہیں؟“

بھنگل: ”میں نے کہا تو بولے کہ اب سکول ہی میں رہوں گا۔“

منسار ام علی الصع اٹھ کر اپنے اسکول کے پیدا ماستر کے پاس گی۔ اور اپنے رہے کا بند د کر آیا تھا۔ پیدا ماستر نے پہلے تو کہا کہ یہاں جگہ نہیں ہے اور تم سے پہلے کے کتنے ہی لڑکوں کی عرضیاں پڑی ہوتی تھیں۔ مگر حب منسار ام نے کہا کہ مجھے جگہ نہ ملے گی۔ تو شاید میرا پڑھنا نہ ہو سکے اور میں اتحانہ میں شریک نہ ہو سکوں، تو میدا ماستر کو ہمارا شنی پڑی۔ منسار ام کے اول دربع میں پاس ہوئے کیا میدنخی ماستروں کو تین حصہ کر دو۔ اسکول کی شہرت کو چکارے چکارے ہاہیدا ماستر صاحب ایسے لڑکے کو کس طرح چھوڑ سکتے تھے؟ انہوں نے اپنے دفتر کا کرہ اس کے لیے غالی کر دیا۔ اور منسار ام وہاں سے آتے ہی اپنا سامان بیکے پرلا دنے لگا۔

خشی جی نے کہا: ”ابھی ایسی کیا بجلت ہے؟ دوچار روز میں چلے جانا۔ میں جاہناہوں کو نہیں لے کر کوئی اچھا ہاد رجی مقرر کر دوں۔“

منسار ام: ”وہاں کہاں اورچی بہت عمدہ کھانا پکاتا ہے۔“

خشی جی: ”انی صحت کا خیال رکھنا۔ ایسا زہر کریٹھنے کے چھپندرستی سے انتہا دھوٹیو۔“

منسار ام: ”وہاں نوجیجے کے بعد کوئی پڑھنے ہی نہیں پاتا ہے اور سب کو ہا قاعدے کے سلائف کھینا پڑتا ہے۔“

خشی جی: ”بستر کیوں چھوڑے دیتے ہو؟ بچاؤ گے کیا؟“

منسار ام: ”کبھی لیے جاتا ہوں۔ بستر کی ضرورت نہیں۔“

خشی جی: ”کہا جب تک تھا را سامان رکھ رہا ہے۔ جا کر کچھ کھالو۔ رات بھی ترجمہ نے کچھ نہیں کھایا تھا۔“

منسار ام: ”وہیں کھالوں گا۔ باور جی سے کھانا بنانے کو کہہ آیا ہوں۔ یہاں کھانے

لگوں جھاتو دیہ ہوگی۔“

گھریں جبار ام اور سارا م بھائی کے ساتھ ہائے کو بفضلہ ہو رہے تھے نرملان دلوں کو بہلار ہی تھی۔ بیٹا وہاں چھوٹے لڑکے نہیں رہتے۔ سب کام اپنے ہی ہاستھ سے کرنا پڑتا ہے۔

یکایک رکنی نے اُگر کیا۔ تمہارا پھر کا کیا بھجہ ہے، مہارانی! لڑکے نے رات بھی کچھ نہیں کھایا اور اس وقت بھی بغیر کھائے پئے چلا جبار ہاے۔ یہاں تم لگوں کے لیے یا تین کروڑی ہو۔ یہ سمجھ لو کہ وہ اسکوں نہیں جا رہا ہے۔ بن باس نے رہا ہے۔ لورٹ کر پھر نہ آجھا۔ وہ ان لڑکوں میں نہیں ہے جو کھلیدیں مار کر کھا کر بھول جاتے ہیں۔ بات اس کے دل پر پھر کی لیکھ ہو جاتی ہے۔

نرملانے دلی مہنی آوازیں کھا گیا کروں جی جی؟ وہ کسی کی سنتے ہی نہیں آپ ذرا جا کر بلائیں، آپ کے بلا نے سے آجائیں گے۔“

وہ کہنا خر ہو اکتا، جس پر وہ کھا گا جاتا ہے؟ گھر سے تو اسی کا دل کبھی اچانک نہ ہوتا تھا۔ تمہیں نے اسے کچھ کہا ہو گایا اس کی شکلیت کی ہو گی۔ کیوں اپنے لئے کھانے بورہ ہی ہو رہا! گھر کو مٹی میں ملا کر تم میں سے نہ مشینے پاؤ گی؟ نرملانے روکر کہا۔ نہ نے انھیں کچھ کہا ہو تو میری زبان کٹ جائے۔ ہاں سوتیلی ہو نے کے سبب بدنام نہ ہوں ہی۔ آپ کے ہاتھ جوڑت ہوں، ذرا جا کر انھیں بلا لایئے۔ وہ کہنا نے تیز لیجے بیں کہا۔ ”تمہرے کوں نہیں بلاتا تھی؟ کیا چھوٹی ہو جاؤ گی۔ اپنا ہتنا تو کیا اسی طرح میخی رہتیں؟“

نرملانی کی حالت اس پلان پر کے پرندے کی طرح ہو رہی تھی جو سانپ کو اپنی لف آتے رکھ کر اڑنا چاہتا ہے، مگر اذ نہیں سکتا۔ اچلتا ہے اور گر پرتا ہے پر وہ کو پھر پھر اکر رد جاتا ہے۔ اس کا دل اندر پی اندر تڑپ رہا تھا۔ مگر وہ باہر نہ جا سکتی تھی۔

انتے بیان دلوں لڑکے روئے ہوئے اندر آ کر بو لے۔ بھیا جی! چلے گئے! نرملانہی گھری رہی گوریا بھیں ہو گئی ہو۔ چلے گئے، گھریں آئے تک نہیں، مجھ سے ملے تک نہیں! چلے گئے! مجھ سے اتنی نفرت! میں ان کی کوئی نہ سمجھی! ان کی بُرتوں تو سمجھیں۔ ان سے ملنا تو آنا پائیتے تھا۔ میں یہاں تھی نہ! اندر کیسے قدم رکھتے؟ میں دیکھو لیتی نہ اسی لیے چلے گئے۔“

(۹)

مسار ام کے جانے سے گھر سونا ہو گی۔ دلوں چھوٹے لڑکے اسی اسکوں میں پڑتے

تھے۔ نر ملا روزان سے مسرا ام کا حال پوچھتی۔ یہ امید تھی کہ تعطیل کے روز وہ آئے گا۔ لیکن جب تعطیل کا روز ختم ہو گیا اور وہ نہ آیا تو نر ملا کی طبیعت گھبرا نے لگی۔ اس نے ان کے لیے نوج کے لڈ و بار کھے تھے۔ سو مواد کو صنع بھنگی کو لڈ و دے کر سکول بھیجا۔ نوبجے بھنگی واپس آئی۔ مسرا ام نے لڈ و جیوں کے تینوں لوٹا دیتے تھے۔

نر ملا نے پوچھا: ”پہلے سے کچھ پرست ہوئے ہیں، اور ہے؟“

بھنگی: ”ہرے درے تو نہیں ہوئے۔ اور سو گھے گئے ہیں؟“

نر ملا: ”کیا جیا اچھا نہیں ہے؟“

بھنگی: ”یہ تو میں نے نہیں پوچھا بہو جی تجوٹ کیوں بولوں؟ ہاں وہاں کا کہاں میر دیوار لگتا ہے۔ وہ کہنا تھا کہ تمہارے بالو جی کی خوراک ہی کچھ نہیں ہے دوچھلکیاں کھا کر اٹھ جاتے ہیں۔ پھر دن بھر کچھ نہیں کھاتے۔ ہر دم پڑھتے ہیں؟“

نر ملا: ”تو نہیں پوچھا بہو جی تجوٹ کیوں بول اخنوں نے کہا کہ اسے لمبی جایہاں

رکھنے کا کچھ کام نہیں، میں لیتی آں؟“

نر ملا: ”اور کچھ نہیں کہتے تھے؟ پوچھا نہیں کہ کل گیوں نہیں آئے جھپٹی تو تھی؟“

بھنگی: ”بہو جی تجوٹ کیوں بولوں؟ یہ بوجھنے کی تو مجھے سدھنہ درہی۔ ہاں یہ کہتے تھے کہ اب یہاں کبھی نہ آنا۔ نہ میرے لیے کوئی چیز لانا اور اپنی بہو جی سے کہہ دیتا کہ میرے پاس کوئی سند نیسہ نہ ہے۔ اور ایک بات ایسی کہی بہو جی کہ میرے منہ سے نکلنے نہیں سکتی پھر روئے گئے۔“

نر ملا: ”کون دیبات تھی؟ کہہ تو!“

بھنگی: ”کیا کہوں بہو جی، کہتے تھے کہ میرے بیٹے کو دھکا گا ہے۔ یہی کہہ کر رونے لگے۔ نر ملا کے منہ سے ایک کھنڈی سالنیں نکل گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ باری دل بیٹھا مانا ہے۔ اس کا روائی روائی رونے لگا۔ وہ وہاں بیٹھی نہ رہ سکی۔ جا کر بستپر پر منہ اساتھ سر پڑھ رہی اور تجوٹ پھر کر رونے لگی۔ وہ بھی جان گئے؛ کیا اواز اسے دل میں بار بار شگونجھے لئی۔ وہ جان گئے، ہمگوان! اب کہا ہو گکا؟ جس شبہ کی آج میں وہ جان رہی تھی، دہاب سرگتے زور سے دیکھنے لگی۔ اسے اپنی فکر زخمی، زندگی میں اب آرام کی کیا امید تھی جس کی اسے خواہش ہوتی؟ اس نے اپنے دل کو اس خیال سے سمجھایا تھا کہ یہ میرے اخچھے جنم کے پاپوں کا پر اشچت ہے۔ کون شخص ایسا بھیا ہو گا جو اس حالت میں بہت دن زندہ رہے۔ فرض پر

اس نے اپنی زندگی اور اس کی ساری تنایں قربان کر دی تھیں۔ دل روتا مگر ہونٹوں پر ہنسی کا سر انگ بھرنا پڑتا تھا۔ جس سماں دمختے گو جی نہ چاہتا تھا۔ اس کے آگے ہنس کر راتیں کرنی پڑتی تھیں جس بدن کا چھونا اس کو سانپ کے سرد جسم کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ اس سے لپٹ کر اس کو خوبی نفرت اور دلی اذیت ہوئی تھی۔ اسے کون جان سکتا ہے؟ اس وقت اسکی بھی خواہش ہوئی تھی کہ زین بھٹ جائے اور بین اس میں سما جاؤں لیکن بہ ساری باتیں لپٹنے ہی تک محدود تھیں۔ اور اپنی فکر کرنا اس نے ترس کر ریا تھا۔ لیکن یہ مسئلہ اب بہت زیادہ خونداں ہو گیا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے مسرا امر کی دلی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مسرا ام جیسے بیدار مغزا درجہ بی فوجوں پر اس الزام کا جوان خڑپہ سکتا تھا۔ اس کے خیال ہی سے اس کی روح لرز جاتی تھی۔ اب خواہ اس پر شکوک کیوں نہ ہوں۔ خواہ اسے خود کشی کیوں نہ کر لپڑے مگر وہ خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ مسرا ام کی حفاظت کے لیے وہ ہی قرار ہو گئی۔ اس نے تأمل اور حیا کی چادر اتار کر سچنکر دینے کا تھیر کر لیا۔

وکیل صاحب کھانا کھا کر کھڑی جانے کے قبیل ایک بار اسے ضرور مل دیا کرتے تھے۔ لیکن آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ آہی رہے ہوں تھے، یہ سوچ کر نہ ملادروازے پر کھڑی ہو گئی، اور ان کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن یہ کیا؟ وہ لو باہر چلے جا رہے ہیں۔ بگاری تیار ہو کر آگئی۔ اس کے لیے وہ سہیں سے حکم دیا کرتے تھے۔ تو کیا آج وہ نہ ایں گے، باہر ہی باہر چلے جائیں گے، نہیں، ایسا نہیں ہونے پائے گا۔ اس نے بھنگ سے کہا۔ جا کر با بوجی کو بلا بلا۔ کہنا کہ ضروری کام ہے، مگر کمرے میں نہ آئے دور ہی سے بوچھا۔ کیا بات ہے کہیں، قبدهی کیہہ دو، مجھے ایک ضرورتی کام سے جانا ہے۔ ابھی ذرا ری ہوئی کہ سینہ ماسٹر صاحب کا خط آیا ہے کہ مسرا ام کو بخار آگیا ہے پس بہتر ہو گا کہ آپ سکان ہی پر اس کا علاج کریں۔ اس لیے ادھر ہی سے ہوتا ہوا کھڑی جاؤں گا۔ تھیں کوئی خاص بات نہیں کہیں ہے؟

سر ملا پر گویا سجلی گرد پڑی۔ آنسوں کے جوش اور صلنک آواز میں سخت مقابلہ ہونے لگا دونوں ہی پہلے نکلنے پر تلے ہوئے تھے، دو میں سے کوئی ایک قدم بھی تھیجے نہیں ہٹنا پاہتا تھا۔ آواز کی کمزوری اور آنسوں کی طاقت دیکھ کر رتفعیہ کرنا مشکل نہ تھا کہ ایک لمحہ کی مقابلہ جاری رہا تو میدان کس کے ہاتھ رہے گا۔ آخر دو نوں ساتھ ساتھ ملکے لیکن باہر آئئی طاقت ورنے کمزور کو دباددا۔ صرف اتنا ہی منہ سے نکلا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تو ادھر جا رہے تھے۔

مشی جی، میں نے لڑکوں سے پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ ٹیکھے پڑھر ہے تھے۔ آج دیواری کیا ہرگیا؟

نہ ملا نے جوش سے کاپنے ہوئے کہا یہ سب آپ ہی کر رہے ہیں!  
مشی جی نے تیر دیاں بدلت کر کہا۔ میں کیا کر رہا ہوں؟ میں کیا کر رہا ہوں۔  
نہ ملا: اپنے دل سے پوچھئے!

مشی جی: میں نے تو یہی سوچا تھا کہ یہاں اس کاٹر ہونے میں جی نہیں لگتا۔ وہاں اور لڑکوں کے ساتھ خواہ خواہ پڑھیگا۔ یہ تو کوئی برمی بات نہ تھی اور میں نے کیا کیا؟  
نہ ملا: خوب سوچئے! اسی لیے آپ نے ان کو دہاں بھیجا تھا، آپ کے دل میں کوئی اور بات نہ تھی؟

مشی جی ذرا ہمچکیا نے اور اپنی کمزوری کوچھا نے گے لیے مسکرانے لگی کوشش کر کے بولے: اور کیا بات ہو سکتی تھی، سچلا تھیں سوچو؟  
نہ ملا: غیرہی سمجھا۔ اب آپ ہماری کرگئے انھیں آج ہی لیتے آئے گا۔ وہاں رہنے سے ان کی یماری بڑھ جانے کا خوف ہے۔ یہاں جی جی قبضی یمارداری کر سکتی ہیں، دوسروں نہیں کر سکتا!

ایک لمحے کے بعد اس نے سنبھا کر کے پھر گہا۔ میرے سبب سے نہ لانا چاہتے ہوں تو مجھے میرے گھر بھیج دیجئے۔ وہاں آرام میں رہوں گی!

مشی جی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ باہر چلے گئے۔ اور کوئی بعد چاہری اسکول کی طرف چل۔ دل تیری عجیب حالت ہے۔ سختی پر اسرار کتنی باقاعد فہری تو کتنی ملہ رنگ بدلتا ہے۔ اس فن میں تو ماہر ہے۔ آتش باز کی خپڑی کو بھی رنگ بدلتے کچھ دیر سختی ہے۔ مگر مجھے ایسا کرنے میں اسکا ایک لاکھواں حصہ وقت بھی نہیں لگتا۔ جہاں ابھی محبت تھی۔ وہاں پھر شک نے اپنی جگتا گمراہی!

(۱۰)

مسارام در در دیکھ گھری سوچ ہیں پڑا رہا۔ اس کو بار بار اینیاں کی یاد آتی، نکھانا اچھا معلوم ہوتا اور نہ پہنچنے ہی میں طبیعت لگتی۔ اس کی کاپاپلٹ سی ہو گئی۔ در در دیکھے اور بورڈنگ ہاؤس میں رہتے ہوئے بھی اس نے وہ کام کیا جسہ اسکول ماسٹروں نے مجھے سکر لائے گو دیا تھا۔ تجھے یہ ہو اک بخ پر کھڑا رہنا پڑا جو بات کبھی نہ ہوئی تھی دو آج ہو گئی۔ یہ مقابل برداشت ذلت بھی اسے برداشت کرنی پڑی!